ہے۔ اور اگر کسی قدر واقف بھی ہوئے تو ان چیلنجز کا جواب دینے کی ان میں کس قدر صلاحیت، توانائی، اور قوت موجود ہوگی، اس کا اندازہ بھی بخوبی کو ہے۔

علبۂ اسلام اور تحقیق دین کی بحالی کے لئے ضروری ہے کہ دینی مدارس کا نصاب از سر نو ترتیب دیا جائے۔ پیش نظر واقعات نیز آئندہ کے امکانی حالات کا ادراک کرتے ہوئے دین کی تفہیم کا خصوصی انتظام کیا جائے۔ ایسا اسلامی لٹریچر تیار کیا جائے، جو اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے تمام الزامات، التباسات اور شکوک وشبہات کے مؤثر، دلنشین اور مدلل جواب پر مشتمل ہو۔ ایک جیسے عنوانات و موضوعات پر لکھتے رہنا تو بہت سہل ہوتا ہے۔ مخالف اسلام پروپیگنڈے کا جواب لکھنا۔ نئے نئے اعتراضات والتباسات کا جواب دینا خاصا مشکل کام ہوتا ہے۔ لیکن یہ مشکل بھی آسان ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ یہ ہے کہ دینی مدارس اپنے ہاں، تحقیقی رویوں کو فروغ دیں، محقق علماء کو عزت دیں۔ ان کے نقطۂ نظر کو اہمیت دیں۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق کو بھی اپنے نصاب کا حصہ بنائیں۔ اس کے علاوہ قرآنی علوم پر خصوصی توجہ دیں۔ فروعات سے اپنے طلبہ کو دور رکھیں۔ مسلکی ہم آہنگی اور مسلمانوں کے مابین باہمی روا داری کو فروغ دیں۔ دوسروں کے نقطۂ نظر کو کشادہ دلی سے سنیں اور انہیں بھی اہمیت دیں۔ جدید علوم سیکھیں اور انہیں اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنائیں۔ دینی مدارس کا کام جہاں مذہبی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے آئمہ، خطباء، اور مدرسین کو تیار کرنا ہوتا ہے۔ وہیں محققین اور اسکالرز کو تیار کرنا بھی ان کے فرائض میں شامل ہے۔ حکومت وقت نے دینی مدارس کی اسناد کے سلسلے میں جن مضامین کو پڑھانے کی شرط عائد کی ہے۔ وہ خوش آئند اقدام ہے۔ اس سے یقیناً بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

(مدیر اعلیٰ)

حق حضانت۔ ایک قانونی و معاشرتی مسئلہ

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج

استاذ الفقہ و التفسیر

شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

حق حضانت کا مطلب ہے میاں بیوی کے مابین طلاق ومفارقت کی صورت میں بچوں کی پرورش کا حق ماں کو سونپا جائے یا باپ کو؟ یا ماں باپ کے تعلق سے قائم ہونے والے رشتہ داروں میں سے کسی اور کو۔ فقہ حنفی میں بالعموم یہ حق ماں کے لئے، بچہ کی سات سال عمر ہونے تک اور لڑکی کے بالغ ہونے کی عمر تک تسلیم کیا گیا ہے تاہم عمروں کے اس فرق اور تعین کے حوالہ سے ہمیں کوئی ظاہری نص نہیں ملتی۔ تاہم اقتضاء النص کے حوالہ سے یہ آیت ہماری اصولی رہنمائی ضرور کرتی ہے۔ جسمیں کہا گیا ہے۔

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین۔ (البقرہ/۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ یہ (حکم رضاعت) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔ مدت رضاعت کے دو سال ہونے کی قرآنی دلیل یہ آیت بھی ہے۔

حملتہ امہ وھنا علیٰ وھن و فصالہ فی عامین۔ (لقمان/۱۴)

اس کی ماں نے اسے ضعف پر ضعف کی حالت میں اٹھایا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا۔ بچہ اگر دو سال کے اندر ہو تو قرآنی حکم کے مطابق اس کی ماں پر لازم ہے کہ وہ اسے دودھ پلائے۔ بالفرض اس مدت میں بچے کی ماں کو طلاق ہو جائے تو بھی قرآن کی رُو سے رضاعت کے باعث، بچہ پر اسکی ماں کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اور یہی اس کے حق حضانت کا اصولی طور پر اقتضاء النص سے ثابت ہوتا ہے۔ ایک اور آیت بھی اس ضمن میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

اسکنوهن من حيث سکنتم من وجدکم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن ط وان کن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن ج فان ارضعن لکم فاتوهن اجورهن واتمروا بينکم بمعروف ج وان تعاسرتم فسترضع له اُخرىٰ ۞ (الطلاق/۶)

(طلاق دینے کے بعد) ان عورتوں کو وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی وسعت کے مطابق اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ کہ ان کو (معاشی طور پر) تنگ کرنا شروع کر دو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو انہیں نفقہ دو ان کے وضع حمل تک پھر اگر وہ تمہارے لئے (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کا معاوضہ دو اور اچھائی کے ساتھ (بچے کی بہبود میں) ایک دوسرے کے مشوروں کو قبول کرو۔ اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو تو (بہتر یہ ہے کہ) اب اس بچہ کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے۔

آیت کریمہ کے مطابق مطلقہ عورت اپنے بچے کو اگر دودھ پلانا چاہے تو اس کا حق بہرحال، ہر دوسری عورت پر مقدم رہے گا۔ اور وہ بھی اس امر کے ساتھ کہ اس کا سابقہ شوہر اسکو دودھ پلائی کی اجرت بھی دے گا۔ آیت کے مطابق اس امکان کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان چپقلش اس قدر ہو کہ دونوں نے ایکدوسرے کی زندگی کو مشکل بنانے کا فیصلہ کرلیا ہو تو ایسی کشاکش سے بچہ کو بچانے کے لئے کسی دوسری عورت سے دودھ پلوایا جاسکتا ہے۔ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ کوئی عورت صرف دودھ پلانے کی وجہ سے اپنے سابقہ شوہر سے بے جا مطالبہ نہ کر سکے۔ یا اس لئے دیا گیا ہے کہ مبادا عورت کسی اخلاقی عیب یا جسمانی مرض میں مبتلا ہو اور بچے کا باپ نہ چاہتا ہو کہ اسکی سابقہ بیوی بچے کو دودھ پلائے، کیونکہ ماں کا دودھ بچے کی جسمانی، روحانی، نفسیاتی اور اخلاقی تمام حالتوں پر اثر ڈالتا ہے۔

حق حضانت میں ماں کا باپ پر فائق ہونا انہی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے فقہاء نے ماں کی حضانت کے حق میں متعدد احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی گئی ہے۔

ان امراة قالت یا رسول اللہ ان ابنی هذا کان بطنی له وعاء " وثدی له سقاء وحجری له حواء " وان اباه طلقنی واراد ان ینزعه منی فقال لها رسول اللہ ﷺ انت احق به ما لم تنکحی ؎

ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ (ایک وقت تھا کہ) میرا شکم اسکی اقامت گاہ تھا، میرا پستان اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کے لئے گہوارہ تھی۔ لیکن اب اس کے باپ

نے مجھے طلاق دے دی ہے اور بچہ کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اپنے بچے کی زیادہ مستحق ہے، جب تک کہ تو (دوسرا) نکاح نہ کرلے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اہلیہ جمیلہ بنت ثابت کو طلاق دی اور اپنے لڑکے عاصم کو اس سے لینا چاہا، جمیلہ نے انکار کیا اور معاملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا (اے عمر!) اس عورت کی گود تم سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ ؎

مذکورہ بالا حدیث کے ضمن میں ایک اور روایت بایں الفاظ ملتی ہے۔

فقضی به ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنه لامه ثم قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا توله والدة عن ولدها ؎

پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لڑکے کی ماں کے حق میں فیصلہ کیا۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ والدہ کو اس کے بیٹے سے جدا نہ کرو۔

اس فیصلہ کی علت میں امام مرغینانی (صاحب ہدایہ) نے لکھا ہے۔

ولان الام اشفق واقدر علی الحضانة فکان الدفع الیها انظر والیه اشار الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنه بقوله ریقها خیر من شهد وعسل عندك یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه ؎

اور اس لیے کہ ماں بچے کے حق میں انتہا سے زیادہ شفیق ہوتی ہے۔ اور پرورش پر مرد کی نسبت زیادہ قدرت رکھتی ہے۔ اسی امر کی طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ اے عمر! ماں کا لعاب دہن، بچے کے حق میں تمہارے شہد مصفّٰی سے زیادہ میٹھا ہوگا۔

جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فیصلہ میں یہ ریمارکس دیئے۔ اس وقت صحابہ کرام کثیر تعداد میں موجود تھے اور کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ اس لیے حق حضانت کے باب میں (حالت عمومی کے تحت) ماں کو ترجیح دی جائیگی۔

کتاب الہدایہ کے مطابق فقہ حنفی میں بچہ کے حق حضانت کا تعین، جس امر سے کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔ والام والجدة احق بالغلام حتیٰ یاکل وحده ویشرب وحده ویلبس وحده ویستنجی وحده۔ ووجهه انه اذا استغنی یحتاج الی التادب والتخلق باداب الرجال واخلاقهم والاب اقدر علی التادیب

والتشقیف ۔ ۵

بچے کی حضانت میں ماں اور نانی کا حق (دوسروں پر) مقدم ہے۔ یہاں تک کہ (وہ بچہ) اکیلا کھائے، اکیلا پیئے، اکیلا پہنے اور اکیلا استنجا کرے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب وہ (ان امور میں اپنی ماں اور نانی سے) مستغنی ہو گیا تو اب اسے مردوں کے آداب اور اخلاق سیکھنے کی حاجت ہے۔ اور باپ کو (ماں کے مقابلہ میں) ادب سکھانے اور ہوشیار بنانے پر زیادہ قدرت حاصل ہوتی ہے۔

اس امر کا تعین کسی بھی عمر سے کیا جا سکتا ہے کہ بچہ کو اب ماں کی ضرورت کم اور باپ کی زیادہ ہے۔ تاہم والخصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدر الاستغنا بسبع سنین اعتبار ا للغالب ۶ یعنی حضرت ابوبکر خصاف نے بچے کے مستغنی ہونے کا اندازہ سات برس سے کیا ہے ان کے نزدیک غالب اعتبار یہی ہے۔

اور لڑکی کے حق حضانت کا تعین، جس امر سے کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

والام والجدة احق بالجارية حتیٰ تحيض لان بعد الاستغناء تحتاج الیٰ معرفة آداب النساء والمرأة علیٰ ذلک اقدر وبعد البلوغ تحتاج الی التحصين والحفظ والاب فيه اقویٰ واهدیٰ ۔ ۷

بچی کی پرورش میں ماں اور نانی کا حق (دوسروں پر) مقدم رکھا گیا ہے یہاں تک کہ لڑکی حائضہ ہو جائے۔ کیونکہ اسکو عورتوں کے آداب سیکھنے کی (حائضہ ہونے تک) ماں اور نانی کی حاجت ہے۔ اور عورت اس کام پر زیادہ قدرت رکھتی ہے۔ تاہم بالغ ہونے کے بعد وہ عفت و عصمت کے تحفظ کی زیادہ محتاج ہے اور اس پر باپ کو زیادہ قوت اور رہنمائی (کی قدرت) حاصل ہے۔

ظاہر ہے کہ لڑکی کے باپ میں اس کے جسمانی بلوغ کا تعین کسی بھی مخصوص عمر سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا تعین ہر ایک لڑکی کے لئے الگ ہوگا۔ اس لیے کہ سب کے بلوغ کی عمریں یکساں نہیں ہوتیں۔

حق حضانت میں مستحقین پرورش کی تفصیل المختصر القدوری کے مطابق یہ ہے۔ ۸ ماں بچہ کی زیادہ حقدار ہوتی ہے۔ اگر ماں نہ ہو تو نانی پھر دادی، پھر بہن (حقیقی) پھر ماں شریک بہن، پھر باپ شریک بہن، پھر خالہ، پھر پھوپی۔ (خالہ اور پھوپی میں وہی ترتیب ہے جو بہن کے سلسلے میں ہے) ان عورتوں میں سے اگر کسی نے شادی کر لی تو اس کا حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔ تاہم اسمیں یہ استثنیٰ رکھا گیا ہے کہ اگر ماں نے اپنے دیور یا جیٹھ سے شادی کر لی ہے تو اس کا حق حضانت ساقط نہیں ہوتا۔ اگر کسی

اجنبی مرد سے کر لی ہے تو حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے۔ البتہ حضرت حسن البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۹ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔ وہ ماں کے کسی اجنبی مرد سے نکاح کر لینے کے باوجود اس کا حق حضانت تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت حسن البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کی تائید میں پاکستان کے ایک مقدمہ میں ملتی ہے۔ جسکا فیصلہ جسٹس محمد شفیع نے لکھا تھا کہ ''اگر نابالغ بچے کی ماں ایک ایسے شخص سے شادی کرے جو نابالغ کا محرم نہ ہو تو اس کا ایسا کرنا اس بچے کے لئے ماں کے حق حضانت کے لئے رکاوٹ نہ ہوگا۔ سب سے بڑھکر خیال (نظریہ) بچے کی بہبود ہے۔'' ۱۰

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بقول اگر حائضہ عورت اپنے کھانے پینے میں دوسرے شوہر سے الگ ہے اور نہ بچہ ماں کے ساتھ ہے تو اس کو حق حضانت حاصل رہے گا۔ کیونکہ اس مرد کو اس عورت یا بچہ پر کوئی دخل حاصل نہیں ہے۔ ۱۱ اسی طرح اگر نانی نے بچے کے دادا سے شادی کر لی ہے تو بھی اس کا حق پرورش قائم رہتا ہے۔ ۱۲ مذکرۃ الصدر خواتین کے بعد پرورش کا حق عصبات کو بایں ترتیب حاصل ہوتا ہے۔

سب سے پہلے باپ پھر دادا پھر پردادا، پھر حقیقی بھائی، پھر باپ شریک بھائی، پھر حقیقی بھائی کی اولاد، پھر باپ شریک بھائی کی اولاد، پھر حقیقی چچا، پھر چچا کے بیٹے۔ ۱۳

مسئلہ حضانت میں ہمارے فقہا نے حضانت کا مدار بچے کی بہبود پر رکھا ہے۔ یہ وہ اصول ہے جو میرے نزدیک قرآن سے ماخوذ و مستفاد ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده۔ (البقرہ ۲۳۳)

نہ کسی ماں کو اس کے بچے کے سبب ضرر پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کے سبب ضرر پہنچایا جائے۔

اس آیت میں چونکہ مرد و عورت دونوں کو یکساں کہا گیا ہے کہ بچہ کو ایکدوسرے کے لئے ضرر کا ذریعہ نہ بنائیں اس سے خود بچہ کے ہر دو جانب سے محفوظ الضرر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ چونکہ بچہ ہی کے تعلق سے ماں باپ کو باہمی ضرر سے روکا گیا ہے۔ اس لیے اس فقرہ سے بچے کی بہبود کا نظریہ اخذ ہوتا ہے۔ از روئے قواعد عربیہ اس فقرہ کا ترجمہ یوں بھی بنتا ہے:

نہ نقصان پہنچائے ماں اپنے بچے کو اور نہ باپ نقصان پہنچائے اپنے بچے کو۔

دراصل حق حضانت میں بچہ کی بہبود کا تصور ہی ایک فیصلہ کن حیثیت کا حامل ہے جسے نظر انداز کر کے، انصاف کے حقیقی تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید سے اخذ کردہ اس نظریہ کی تائید

ہمیں متعدد احادیث سے بھی ملتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں ماں کے مقابلہ پر باپ کو حق حضانت دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ حالات وواقعات کے پیش نظر کیا گیا حدیث میں آتا ہے۔

حدثنا ، عبدالحميد بن جعفر اخبر نى ابى عن جدى رافع بن سنان انه اسلم وابت امرأته ان تسلم فاتت النبى ﷺ فقالت ابنتى وهى فطيم او شبهه و قال رافع ابنتى فقال له النبى ﷺ اقعدنا ناحية وقال لها اقعدى ناحية واقعد الصبية بينهما ثم قال ادعوها فمالت الصبية الىٰ امها فقال النبى ﷺ اللهم اهدها فمالت الىٰ ابيها فاخذها۔[۱۴]

حمید بن جعفر نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ ان کے جدامجد حضرت رافع بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے اور انکی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض گذار ہوئیں کہ میری بیٹی ہے، جس کا دودھ چھڑایا جا چکا ہے یا چھڑایا جانے والا ہے۔ حضرت رافع نے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس گوشے میں بیٹھ جاؤ اور عورت سے کہا کہ تم اس گوشے میں بیٹھو اور بچی کو دونوں کے درمیان میں بٹھا دیا۔ پھر فرمایا کہ دونوں اسے بلاؤ، پس لڑکی اپنی والدہ کی طرف جانے لگی تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس بچی کو ہدایت فرما۔ (پس دعا کے اثر سے) بچی اپنے والد کی طرف مائل ہو گئی۔ اور والد نے اسے لے لیا۔

اس فیصلے میں بچی کے لئے باپ کا حق، ماں کے مقابلے میں، اسلام کی وجہ سے تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ اس وقت کے حالات میں بچی کی بہبود اسی میں مضمر تھی۔

اسی طرح ایک حدیث میں بچے کو خود اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو ماں کو اختیار کر لے اور چاہے تو باپ کو، بلکہ اس اختیار کو اولیٰ اور اقرب الی الصواب بھی سمجھا گیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

عن هلال ابن اسامه عن ابى ميمونه قال بينا انا عند ابى هريرة فقال ان امرأة جاءت رسول الله ﷺ فقالت فداك ابى و أمى ان زوجى يريد ان يذهب بابنى و قد نفعنى وسقانى من بئر ابى عيينه فجاء زوجها وقال من يخاصمنى فى ابنى فقال يا غلام هذا ابوك وهذا امك فخذ بيد ايهما شئت فاخذ بيد أمه فانطلقت به۔[۱۵]

سیدنا حضرت ہلال بن اسامہ حضرت ابو میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایکدن کہا ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے

تھے کہ حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میرا شوہر مجھ سے میرا بچہ چھیننا چاہتا ہے جبکہ اس بچے سے مجھے نفع پہنچتا ہے۔ اور وہ مجھے ابی عیینہ کے کنوئیں سے پانی پلاتا ہے۔ اسی اثناء میں اس عورت کا شوہر آ گیا اور کہنے لگا کہ میرے بیٹے کے متعلق کون جھگڑا کرتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے۔ پس جس کا ہاتھ چاہے تھام لے۔ لڑکے نے ماں کا ہاتھ تھام لیا۔ اور وہ عورت اس لڑکے کو لے کر چلی گئی۔

واضح رہے کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کی پرورش کا حق دونوں کی سات سال عمر ہونے تک ماں کو حاصل ہے سات سال بعد بچہ اور بچی کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ ماں اور باپ میں سے جسے پسند کرے اسکے سپرد کر دیا جائے۔[۱۶]

اگر اس حدیث کو ان ہر دو مذاہب کا مستدل مانا جائے تو ان پر اہل فہم کا نقد یہ ہے کہ حدیث میں لڑکے کو اختیار دینے کا تذکرہ ملتا ہے۔ نہ کہ لڑکی کو۔ اس لیے لڑکی کے سلسلے میں حنفی مذہب صواب سے قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ اور نابالغ لڑکی کی مصلحت بھی اسی کی متقاضی ہے۔ اس لیے بالعموم اس بنیاد پر فیصلہ کیے جانے چاہئیں، سوائے بعض استثنائی صورتوں کے۔

حق حضانت کے باب میں یہ قانون خداوندی پیش نظر رہے کہ بچہ، گو ماں یا کسی بھی عورت کے پاس ہو، مالی کفالت کی ذمہ داری بہر حال اس کے باپ پر عائد ہوتی ہے۔ یعنی بچہ، ماں کی بالفعل حضانت کے باوجود باپ کی تعبیری حضانت میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف ۔(البقرہ ۲۳۳)

اور بچے کے باپ پر حسب دستور، عورتوں کا کھانا اور پہننا (لازم) ہے۔

اس آیت میں بچے کے تعلق سے انکی ماں کے نان ونفقہ، کپڑے لتے، علاج معالجے، بستر تو شک، غرض ہر ایک ضرورت کی ذمہ داری باپ پر ڈالی گئی ہے۔ جب بچے کے تعلق سے اس کی ماں کا اتنا خیال رکھا گیا ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کو خود بچوں کی بہبود کا کتنا لحاظ اور خیال ہوگا۔ اسی طرح طلاق دینے کے بعد شوہروں کو انکی حاملہ بیویوں کے نان ونفقہ اور سکنیٰ نیز دیگر ضروری اخراجات کا پابند کیا گیا ہے۔ تاوقتیکہ وہ بچہ نہ جن لیں۔ بایں حوالہ انہیں ہر قسم کے ضرر سے بچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ضرر تو ضرر انہیں تو دودھ پلانے کی اجرت تک ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (الطلاق ۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی عملی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ دار ماں ہوتی ہے مگر مالی کفالت کا ذمہ دار ہر حال میں باپ ہوتا

Seminar Library
Department of Islamic History
University of Karachi

ہے۔

فی زمانہ دیکھا گیا ہے کہ طلاق وتفریق کے بعد اگر ماں کو حق حضانت مل جائے تو باپ انتقاماً اپنی کفالتی ذمہ داری اور تعمیری حضانت سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور ماں (اکثر اوقات) کسمپرسی کے عالم میں اپنی گزر اوقات کر کے زندگی کے دن پورے کر رہی ہوتی ہیں۔ مرد کی اس غفلت پر ایسی قانون سازی کی ضرورت ہے جسکے نتیجے میں ماں اپنے حق حضانت کو خوش اسلوبی سے انجام دے سکے۔ اور مرد کے ظلم سے خود کو اور اپنے بچے کو بچا سکے۔

خلاصۂ بحث

ہمارے نزدیک بچے کی بہبود کا مطلب یہ ہے کہ حق حضانت کا فیصلہ ہر حال میں بچے کے مفاد اور مستقبل کے پیش نظر کیا جائے۔ وہ مفاد خواہ ماں کو دے کر پورا ہوتا ہو، خواہ باپ کو دیکر، خواہ خود بچہ کو اختیار دیکر، اس لئے کہ احادیث میں ہمیں تینوں طرح کے فیصلے ملتے ہیں۔ مگر یہ امر ملحوظ رہے کہ اس حق کا فیصلہ بچے کی عمر تمیز کے بعد کیا جائے گا۔ جو بالعموم سات سال مانی گئی ہے۔ اور بچی کا اس کے بلوغ کے بعد۔

ماخذ ومراجع

۱۔ السنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب نمبر ۱۶۳، من احق بالولد، رقم الحدیث ۵۰۶

۲۔ ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق، موطا، بیہقی، بحوالہ الصبح النوری اردو شرح مختصر القدوری، جلد دوم، ص ۱۸۱، مولانا محمد حنیف گنگوہی، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

۳۔ السنن الکبریٰ، امام بیہقی، جلد ۸، صفحہ ۵، مطبوعہ دکن، بحوالہ مجموعہ قوانین اسلام جلد سوم، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

۴۔ الہدایہ مع الدرایہ، جلد ۲، کتاب الطلاق، باب حضانۃ الولد ومن احق بہ، صفحہ ۴۳۴، الناشر: قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔ سنہ اشاعت درج نہیں

۵۔ ایضاً صفحہ ۴۳۵

۶۔ ایضاً صفحہ ۴۳۵

۷۔ ایضاً صفحہ ۴۳۵

۸۔ مختصر القدوری، کتاب النفقات، صفحہ ۱۹۱، ناشر مکتبہ خیر کثیر، آرام باغ کراچی، سنہ اشاعت درج نہیں۔

۹۔ المغنی، ابن قدامہ حنبلی، جلد ۸، ص ۱۹۳، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۸۴ء

۱۰۔ پی ایل ڈی ۱۹۶۰ء، لاہور، صفحہ ۱۱۴۲، اسی طرح کا ایک فیصلہ جسٹس وحید الدین احمد نے بھی لکھا ہے پی ایل ڈی، ۱۹۶۵ء کراچی، صفحہ ۶۵، (بحوالہ: مجموعہ قوانین اسلام، جلد سوم)

۱۱۔ ردالمحتار، علامہ ابن عابدین شامی، جلد ۲، صفحہ ۱۹۴، مطبع طوغی روڈ، عیدگاہ، کوئٹہ

۱۲۔ مختصر القدوری، کتاب النفقات، صفحہ ۱۹۱

۱۳۔ الصبح النوری، اردو شرح مختصر القدوری، مولانا محمد حنیف گنگوہی، جلد دوم ص ۱۸۳، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان، سنہ اشاعت درج نہیں

۱۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب ۱۵۴، اذا اسلم احد الابوین لمن یکون الولد، حدیث نمبر ۴

۱۵۔ سنن نسائی، جلد دوم، باب اسلام احد الزوجین وتخییر الولد، رقم الحدیث ۳۵۲۸،

۱۶۔ المغنی، ابن قدامہ حنبلی، جلد ۸، ص ۱۹۳۔۱۹۱، دار الفکر بیروت

مجلس تفسیر کے سربراہ ڈاکٹر شکیل اوج کی علمی وفکری سرگرمیاں

☆☆ ہم ٹی وی کے معروف پروگرام "حصار" میں "حق حضانت" (Right of Minors) کے زیر عنوان ایک ٹاک شو میں ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج نے بطور Penalist شرکت کی۔ دیگر شرکائے محترم کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

محترم جسٹس (ریٹائرڈ) ناصر اسلم زاہد، سپریم کورٹ آف پاکستان، محترمہ زیبا افتخار (معروف قلم کار و ٹی وی اسٹار)، محترمہ زاہدہ شیریں (ریجنل ڈائرکٹر، عورت فاؤنڈیشن پاکستان)۔ مذکورہ پروگرام کی میزبان محترمہ جناب اکبر راشدی تھیں۔ یہ پروگرام ۱۵ ستمبر ۲۰۰۵ء کو رات ساڑھے نو بجے نشر ہوا۔

☆☆ ڈیپارٹمنٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن، یونیورسٹی آف کراچی کے زیر اہتمام "حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء" کے زیر عنوان آڈیو ریو ہال جامعہ کراچی میں ایک ورکشاپ منعقد ہوئی۔ جس میں ڈاکٹر شکیل اوج نے بطور Penalist شرکت کی۔ دیگر شرکائے گرامی یہ تھے:

محترم جسٹس (ریٹائرڈ) ماجدہ رضوی (سندھ ہائیکورٹ)، محترمہ انیس ہارون (آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن)، محترمہ اختر بلوچ (پروفیشنل کوآرڈی نیٹر، ہیومن رائٹس کمیشن)، محترمہ سعدیہ بلوچ (صدر این جی او)۔ یہ ورکشاپ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعرات منعقد ہوئی۔

☆☆ محترم ڈاکٹر نصر اللہ صاحب کی رہائش گاہ واقع گلشن حدید فیز III میں "ماہ صیام کے احکام و آداب" کے زیر عنوان یکم اکتوبر ۲۰۰۵ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب ڈاکٹر صاحب نے خصوصی لیکچر دیا۔ جس میں متعدد شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے احباب اور ارباب علم و دانش نے شرکت فرمائی۔ لیکچر کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست ہوئی، جس میں ڈاکٹر صاحب نے حاضرین کے سوالات کے جوابات دیے۔ (رپورٹ: شاہین افروز)

احکام شرعیہ کی تعداد، تعریفات اور مثالیں

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ
سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان

کل احکام شرعیہ گیارہ ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت مؤکدہ (۴) سنت غیر مؤکدہ (۵) مستحب (۶) حرام (۷) مکروہ تحریمی (۸) اساءت (۹) مکروہ تنزیہی (۱۰) خلاف اولیٰ (۱۱) مباح

فرض کی تحقیق

فرض: وہ کام جس کا کرنا ضروری ہو اور اس کا ترک کرنا لازماً منع ہو اس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کے فعل کے لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو، اس کا انکار کفر ہو اور اس کا ترک کرنے والا عذاب کا مستحق ہو خواہ دائماً ترک کیا جائے یا احیاناً (کبھی کبھی) (محصلہ رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۶) اس کی مثال ہے نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور بہ شرط استطاعت حج کرنا۔

نماز اور زکوٰۃ کا ثبوت قطعی ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور قرآن مجید قطعی الثبوت ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے کیونکہ نماز اور زکوٰۃ کا تارک عذاب کا مستحق ہے۔

الا اصحب الیمین o فی جنت یتسآءلون o عن المجرمین o ما سلککم فی سقر o قالوا لم نک من المصلین o ولم نک نطعم المسکین o

ترجمہ۔ جن کے دائیں ہاتھوں میں نوشتۂ اعمال ہوگا۔ وہ جنتوں میں بیٹھے سوال کر رہے ہوں گے۔ مجرمین سے تم کو کس عمل نے دوزخ میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے۔ اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ (المدثر: ۴۴۔۳۹)

واجب کی تحقیق

واجب: جس کا کرنا ضروری ہو اور اس کا ترک کرنا لازماً منع ہو اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو یعنی اس کا ثبوت قطعی ہو اور لزوم پر دلالت ظنی ہو یا ثبوت ظنی ہو اور لزوم پر دلالت قطعی ہو اور اس کا انکار کفر نہ ہو اور اس کا ترک کرنے والا عذاب کا مستحق ہو خواہ دائماً ترک کرے یا احیاناً۔ (محصلہ رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۷)

جس واجب کا ثبوت قطعی اور لزوم پر دلالت ظنی ہو جیسے جماعت سے نماز پڑھنے کے وجوب پر یہ آیت دلالت کرتی ہے: وارکعوا مع الرکعین (البقرہ: ۴۳) اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، اس کا ثبوت قطعی ہے کیونکہ قرآن مجید کی یہ آیت قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت ظنی ہے کیونکہ رکوع کا معنی نماز پڑھنا بھی ہے اور رکوع کا معنی اللہ سے ڈرنا اور خشوع بھی ہے۔

اور جس واجب کا ثبوت ظنی ہو اور لزوم پر دلالت قطعی ہو جیسے نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے لیکن اس کا ثبوت ظنی ہے کیونکہ اس کا ثبوت اس حدیث سے ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۵۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۹۴، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۲۲، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۹۱۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۸۳۷) تاہم یہ حدیث خبر واحد ہے اور اس کا ثبوت ظنی ہے لیکن اس کا لزوم قطعی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا سورہ فاتحہ کو پڑھے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

واجب کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ جس کام کو نبی ﷺ نے بطور عبادت دائماً کیا ہو اور اس کے تارک پر آپ نے انکار کیا ہو یا اس کے ترک پر وعید فرمائی ہو (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۷، فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹ بیروت) اس کی مثال بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہے کیونکہ آپ نے بطور عبادت ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور اس کے ترک پر انکار اور وعید فرمائی ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم

دوں، پھر نماز کا حکم دوں اس کے لیے اذان دی جائے، پھر کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر یہ دیکھوں جو نماز پڑھنے نہیں آئے تو میں ان کے اوپر ان کے گھروں کو جلا ڈالوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۴۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۵۱)

اس کی دوسری مثال ہے کہ مثلاً داڑھی رکھنا واجب ہے آپ نے ہمیشہ داڑھی رکھی اور منڈوانے پر انکار فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مجوسی آیا اس نے اپنی داڑھی مونڈی ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے دین میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں کم کریں اور داڑھی بڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۷۹، مطبوعہ کراچی ۱۴۰۶ھ)

نبی ﷺ نے داڑھی منڈوانے پر انکار فرمایا ہے، قبضہ سے کم مقدار داڑھی رکھنے پر انکار نہیں فرمایا اس لئے قبضہ تک داڑھی رکھنا واجب نہیں ہے لیکن اتنی داڑھی رکھنا ضروری ہے جس پر بغیر کسی قید کے داڑھی کا اطلاق ہو سکے، خشخشی داڑھی رکھنے یا فرنچ کٹ داڑھی رکھنے سے داڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوتا اور نبی ﷺ دراز گردن تھے اور آپ کی داڑھی مبارک سینہ کے ابتدائی حصہ کو بھر لیتی تھی اس لئے آپ کی سنت صرف قبضہ تک داڑھی رکھنا نہیں ہے بلکہ قبضہ سے زائد ہے یا ڈیڑھ یا دو قبضہ کے برابر، پس آپ کی محبت اور سنت کا تقاضا یہ ہے کہ قبضہ سے زائد داڑھی رکھی جائے اور فقہا کی عبارات میں جو مذکور ہے کہ قبضہ بھر داڑھی سنت ہے اس سے مراد آپ کی سنت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے داڑھی کا معروف طریقہ اور مسلمانوں کا چلن۔

سنت مؤکدہ کی تحقیق

جس فعل کو نبی ﷺ نے بطور عبادت دائماً کیا ہو اور اس کو ترک کرنے پر انکار نہ فرمایا ہو یا آپ نے اس فعل کو اکثر اوقات بطور عبادت کیا ہو، اس کا ترک اساءت ہے یعنی برا کام جو شخص سنت مؤکدہ کو دائماً ترک کرے وہ مستحق عذاب ہے اور جو اس کو احیاناً ترک کرے وہ مستحق ملامت ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ شمنی نے سنت کی یہ تعریف کی ہے کہ جو کام نبی ﷺ کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور وہ کام واجب یا مستحب نہ ہو لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہے اور سنت مؤکدہ کی یہ شرط ہے کہ آپ نے اس پر دوام کیا ہو اور کبھی ترک بھی کیا ہو خواہ ترک حکماً ہو۔ (در مختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس فعل پر نبی ﷺ یا آپ کے بعد خلفاء راشدین نے دائماً عمل کیا ہو اور اس کو ترک کرنے سے منع فرمایا ہو وہ سنت مؤکدہ ہے ورنہ مستحب اور نفل ہے اور سنت کی دو قسمیں ہیں ایک سنت الھدیٰ ہے اس کا ترک کراہیت اور اساءت کو واجب کرتا ہے جیسے جماعت اذان اور اقامت اور دوسری سنۃ الزوائد ہے جیسے نبی ﷺ کی لباس پہننے، کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں سیرت، اس کا ترک مکروہ نہیں ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

سنت مؤکدہ کی مثال صبح و شام کے فرائض کے ساتھ بارہ رکعات نمازیں ہیں جن کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایک دن اور رات میں بارہ رکعات نمازیں پڑھیں اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا چار رکعات ظہر سے پہلے، دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد، اور دو رکعت صلاۃ فجر سے پہلے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۱۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۵۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۷۹۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۰۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۶، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۴۳۵، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۷۱۴۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۱۱۸۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۵۱، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۱، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۷۳)

علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں: جمعہ سے پہلے چار رکعات اور جمعہ کے بعد چار رکعات بھی سنت مؤکدہ ہیں۔ (غنیۃ المستملی ص ۳۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور) جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت پڑھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۳۲)

اور جمعہ سے پہلے چار رکعت پر دلیل یہ حدیث ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے ابو اسحاق نے کہا کہ حضرت علی جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۷، طبع بیروت ۱۳۹۰ھ)

چار رکعت سنت مؤکدہ میں پہلے قعدہ میں صرف تشہد پڑھے اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء نہ پڑھے اور آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود اور دعا بھی پڑھے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

علامہ کمال الدین عبد الواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص ان سنتوں کا استخفاف کرے اور کہے کہ میں یہ نہیں پڑھتا تو اس کی تکفیر کی جائے گی، نوازل میں مذکور ہے جو شخص پانچ نمازوں کی سنتیں نہ پڑھے اور ان کو حق نہ جانے اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کوئی شخص ان سنتوں کو برحق جانے اور نہ پڑھے تو ایک قول ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہوگا کیونکہ اس کے ترک پر وعید ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

البحر الرائق میں ہے کہ سنت مؤکدہ کے ترک پر ملامت ہے عذاب نہیں ہے۔ لیکن تلویح میں ہے کہ سنت مؤکدہ کا ترک حرام کے قریب ہے اس سے وہ شفاعت سے محرومی کا مستحق ہوگا کیونکہ حدیث میں ہے: جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت کو نہیں پائے گا، اور ابن ہمام کی تحریر میں مذکور ہے ان سنتوں کا تارک گمراہ قرار دیے جانے اور ملامت کا مستحق ہے اور ترک سے مراد یہ ہے کہ جو بلا عذر ترک کرے اور اس ترک پر اصرار کرے جیسا کہ تحریر کی شرح میں ابن امیر الحاج نے لکھا ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۸۔۱۹۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق

سنت غیر مؤکدہ، جس فعل کو نبی ﷺ نے بعض اوقات کیا ہو، اس کو دائماً ترک کرنے پر ملامت کا استحقاق ہے اور احیاناً ترک کرنے پر ملامت نہیں ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

سنت وہ ہے، جس پر نبی ﷺ نے دائمی عمل کیا ہو، لیکن اگر اس کو کبھی ترک نہ کیا ہو تو وہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر اس کو کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو تو وہ سنت غیر مؤکدہ ہے اور اگر آپ نے اس پر دائمی عمل کیا ہو اور ترک کرنے والے پر انکار بھی کیا ہو تو وہ وجوب کی دلیل ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

سنت غیر مؤکدہ کی مثال عصر سے پہلے کی چار رکعت ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۴۳۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۴۵۳)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ نے لکھا ہے کہ عشاء سے پہلے چار رکعت میں کوئی خصوصی حدیث نہیں ہے اس لئے ان کو مستحب لکھا ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۵۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ)

علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے لکھا ہے کہ چار رکعت سنت غیر مؤکدہ کے ہر دوگانہ کی ابتداء میں ثناء، بسم اللہ، اعوذ باللہ اور تشہد کے بعد نبی ﷺ پر صلوٰۃ پڑھی جائے گی۔ (مراقی الفلاح علی نور الایضاح ص ۳۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

مستحب کی تحقیق

مستحب: یہ وہ فعل ہے، جس کا ثبوت بھی ظنی ہو اور اس کی دلالت بھی ظنی ہو جیسے وضو میں دائیں عضو کو پہلے دھونا، وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، مسجد میں جاتے وقت پہلے دایاں پیر داخل کرنا اور آتے وقت بایاں پیر پہلے باہر نکالنا، چاشت اور اشراق کے نوافل، ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا اور تحیۃ المسجد پڑھنا وغیرہ اس کا فعل موجب ثواب ہے اور اس کے ترک پر عذاب ہے نہ ملامت خواہ دائماً ترک ہو یا احیاناً۔ (ملخصاً رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۶) حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ وضو کرتے تو دائیں اعضاء سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے اور جب کنگھی کرتے تو دائیں جانب سے کنگھی کی ابتداء پسند فرماتے، اور جب جوتی پہنتے تو دائیں پیر سے ابتداء کو پسند فرماتے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۶۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۴۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۰۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۱۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۱)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مستحب کام کو لازم نہیں کر لینا چاہیے اور جو مستحب کام کو نہ کرے اس کو ملامت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مستحب کام کو لازم کر لینا اور اس کے ترک پر ملامت کرنا اس مستحب کو واجب بنا دینا ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو بدلنا ہے اور احداث فی الدین ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں

شیطان کا حصہ نہ بنائے اور یہ نہ سمجھے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ نماز پوری کرنے کے بعد دائیں طرف ہی مڑ کر بیٹھے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کتنی بار بائیں طرف بھی مڑ کر بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۵۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۰۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۵۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۹۳۰)

نماز سے فارغ ہو کر دائیں طرف مڑ کر بیٹھنا مستحب ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کو لازم سمجھ لیتا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اسی طرح عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے لیکن اس کو لازم سمجھنا بدعت سیئہ ہے اور واضح رہے کہ رسول اللہ کی سنت سیاہ رنگ کا عمامہ ہے۔

حرام کی تحقیق

حرام: وہ کام جس کا ترک کرنا ضروری ہو اور اس کو کرنا لازماً ممنوع ہو اس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی ممانعت کے لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اس کا انکار کفر ہو اور اس کام کو کرنے والا عذاب کا مستحق ہو خواہ وہ عمداً اس کام کو کرے یا احیاناً اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔

اس کی مثال ہے یتیم کا مال ظلماً کھانا، اس کی ممانعت بھی قطعی ہے کیونکہ قرآن کریم میں اس کی ممانعت کا ثبوت ہے اور ممانعت کے لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے کیونکہ اس کے مرتکب پر عذاب کی وعید ہے قرآن مجید میں ہے۔

ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا ط
وسیصلون سعیرا o

ترجمہ: بے شک جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں دوزخ کی آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (النساء: ۱۰)

اس کی دوسری مثال ہے زنا کرنا، اس کی ممانعت کا ثبوت قطعی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ ط وساء سبیلا o

ترجمہ: اور زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ یہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔ (بنی اسرائیل: ۱۷)

اس کی ممانعت کے لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ o

ترجمہ: زانیہ عورت اور زانی مرد ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ (النور: ۲)

اور اگر شادی شدہ زنا کریں تو ان کو رجم (سنگسار) کر دیا جائے گا یہ تواتر معنوی سے ثابت

ہے اور تواتر بھی دلیل قطعی ہے۔

مکروہ تحریمی کی تحقیق

مکروہ تحریمی: جس کام کو ترک کرنا ضروری ہو اور اس کام کو کرنا لازماً ممنوع ہو اور اس کے کرنے پر عذاب کی وعید ہو اور اس کی ممانعت کے ثبوت یا لزوم پر دلالت دونوں میں سے ایک ظنی ہو اور اس کا انکار کفر نہ ہو اور کام کو کرنے والا عذاب اور ملامت کا مستحق ہو خواہ وہ عمداً ترک کرے یا احیاناً تاہم اس کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر سنت مؤکدہ قویہ ہو (قریب بہ وجوب جیسے نماز فجر کی سنتیں) تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور اگر سنت غیر مؤکدہ ہو تو اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

فقہاء جب مکروہ کا ذکر کریں تو اس کی دلیل میں غور کرنا ضروری ہے اگر اس کی دلیل ظنی ممانعت ہو اور ممانعت کے خلاف پر کوئی قرینہ نہ ہو (مثلاً حضور کا اس کام کو کرنا) تو وہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر کراہیت کی دلیل میں کوئی ممانعت نہ ہو بلکہ وہ دلیل اس فعل کو ترک کرنے کی مفید ہو تو وہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ کوئٹہ)

اس کی مثال ہے جیسے بغیر عذر کے باجماعت نماز کو ترک کرنا، یا سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنا یا چاندی کے زیورات پہننا، کیونکہ ان چیزوں کی ممانعت احادیث میں آئی ہے اور وہ اخبار احاد ہیں اور ظنی ہیں:

حضرت ام سلمہ نبی ﷺ کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتنوں میں پانی پیتا ہے اس کے پیٹ میں جہنم کی آگ گڑگڑاتی رہے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۶۳۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۴۱۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے منع فرمایا اور ہم کو ریشم کے کپڑوں کو پہننے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۸۳۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۰۳۱)